تفسیر احمد

سُورَةُ الضُّحَىٰ

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «الضحی» کا تفسیر و ترجمه

تصنیف: امین الدین « سعیدي - سعید افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحیم
سورۃ الضحی
جزء ۳۰

سورۃ الضُّحٰی مکہ میں نازل ہوئی اس کی گیارہ آیتیں ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورت کو «ضُحٰی» کہا گیا ہے کیونکہ اس کا ابتدائی لفظ«وَالضُّحٰی» ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے «ضُحٰی» کی قسم کھائی ہے جوکہ دن کا آغاز ہے، روشنی کے اس اہم وقت کی طرف توجہ دلانے کے لیے قسم کھائی ہے ، اور اس لیے بھی کہ یہ سورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی تھی جوکہ خالص نور تھے۔

امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: سورہ ضحی کے آخر میں اور اس کے بعد والی تمام سورتوں کے اختتام پر "اللہ اکبر " کہنا یا "اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" پڑھنا سنت ہے، مفسرین اس تکبیر کے کہنے کے موقع پر ذکر کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے میں کچھ مدت تک تاخیر ہوئی، پھر فرشتہ نےآکر آپ کو سورۃ الضحی پوری پڑھ کر سنادی تو آپ نے خوشی اور مسرت سے" اللہ اکبر"کہی، لیکن ابن کثیر کہتے ہیں: یہ روایت ایسی اسناد نہیں رکھتی جس کی بناء پر صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کیا جاسکے۔

سورۃالضحی اور سورۃالیل کے درمیان ربط و مناسبت

چونکہ اللہ تعالیٰ نےسورہ لیل کا اس طرح اختتام فرمایا کہ سب سے متقی آدمی کو اس قدر اجر و ثواب دیا جائےگا کہ وہ راضی ہوجائےگا تو سورۃ الضحی کا آغاز فرمایا اپنے نبی کو خوش کرنے کے لیے ان انعامات کے ذریعے جو قیامت کے دن عزت اور مقام و مرتبہ ان کو عطاکریں گے۔

سورۃالضحی کے الفاظ، حروف اور آیات کی تعداد

سورۃ الضحی مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لیے نازل ہوئی۔

سورۃ الضحی مکی سورتوں میں سے ہے جس کا ایک(۱) رکوع، گیارہ(۱۱) آیتیں، چالیس(۴۰) الفاظ، ایک سو چیاسٹھ(۱۶۶) حروف اور اڑسٹھ(۶۸) نقطے ہیں۔

(واضح رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کے اقوال مختلف ہیں اس بحث کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی

(c) ketabton.com: The Digital Library

طرف رجوع کریں)
یہ سورہ مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا سلسلہ کچھ عرصہ کے لیے منقطع ہوا، ایک طرف وحی کا عارضی تعطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اضطراب اور پریشانی کا باعث بنا اور آپؐ نہیں جانتے تھے کہ آپ پر وحی میں کیوں خلل پڑا ہے، اور یہ سوچتے اور پریشان ہوکے کہ کہیں ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے اس کا مہربان رب ان سے ناراض ہوا یا اس کے علاوہ کوئی وجہ تھی؟
دوسری طرف دشمنوں میں وسیع پروپیگنڈہ جاری تھا اور انہوں نے اپنے پروپیگنڈے میں کہا: وہ خدا جس کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے تعلق کا دعوی کیا تھا، اس خدانے اسے تنہا چھوڑ دیا، اس سے رابطہ منقطع کردیا، یہ خدا جس سے نبی نے تعلق ہونے کا دعوی کیا تھا وہ خدا نہیں تھا بلکہ ایک جن تھا جس نے نبی کو وسوسے کرکے (نعوذباللہ)فتنہ میں ڈالا، اور وہ اسے وحی الہٰی سمجھتا تھا تو اس جن نے اس سے رشتہ توڑدیا ہے، اس اضطراب اور پریشانی اور دشمن کے شدید پروپیگنڈے کے درمیان یہ سورت نازل ہوئی جس کے دوران ہمارے رب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا کہ آپ کے رب نے نہ آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ کو دشمن سمجھا ہے، بلکہ وحی کی عارضی رکاوٹ میں لامحدود حکمت مضمر ہے، جس طرح دن کی شدید گرمی کے بعد رات کا آنا مضمر ہے۔

سورۃالضحی کا سبب نزول

سورۃ الضحی کے سبب نزول کے بارے میں عالم اسلام کے مشہور دانشور مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں؛ بخاری و مسلم میں حضرت جندب بن عبداللہ کی روایت سے آیا ہےاور ترمذی نے حضرت جندب سے یہ روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انگلی زخمی ہوگئی اس سےخون جاری ہوا ، آپ نے فرمایا: (ان انت الا اصبع دمیت وفی سبیل اللہ ما لقیت) یعنی: تو ایک انگلی ہی تو ہے جو خون آلود ہوگئی اور جو کچھ تکلیف تجھے پہنچی وہ اللہ کی راہ میں ہے (اس لیے کیا غم ہے) حضرت جندب نے یہ واقعہ ذکر کرکے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد (کچھ روز) جبرئیل امین کوئی وحی لے کر نہیں آئے تو مشرکین مکہ نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے چھوڑدیا اور ناراض ہوگیا، اس پر یہ سورت ضحی نازل ہوئی۔
حضرت جندب کی روایت جو بخاری میں ہے اس میں ایک دو رات تہجد کے لیے نہ اٹھنے کا ذکر ہے، وحی میں تاخیر کا ذکر نہیں، جبکہ ترمذی میں تہجد

(c) ketabton.com: The Digital Library

میں ایک دو رات نہ اٹھنے کا ذکر نہیں صرف وحی میں تاخیر کا ذکر ہے، ظاہر ہے کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، ہوسکتا ہے کہ دونوں باتیں پیش آئی ہوں، راوی نے کبھی ایک کو بیان کیا کبھی دوسری کو، اور یہ عورت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیا ام جمیل ابولہب کی بیوی تھی، جیسا کہ دوسری روایت میں ہے اور تاخیر وحی کے واقعات متعدد مرتبہ پیش آئے ہیں، ایک شروع نزول قرآن میں پیش آیا جس کو زمانہ فطرة الوحی کہا جاتا ہے، یہ سب سے زیادہ طویل تھا۔

ایک واقعہ تاخیر وحی کا اس وقت پیش آیا جب مشرکین یا یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کی حقیقت کے متعلق سوال فرمایا اور آپ نے بعد میں جواب دینے کا وعدہ فرمالیا، مگر انشاءاللہ نہ کہنے کے سبب کچھ روز تک سلسلہ وحی بند رہا اس پر مشرکین نے یہ طعنے دینا شروع کیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ان سے ناراض ہوگیا اور ان کو چھوڑ دیا، اسی طرح کا یہ واقعہ ہے جو سورہ ضحی کے نزول کا سبب ہوا، یہ ضروری نہیں کہ یہ سب واقعات ایک ہی زمانے میں پیش آئے ہوں، بلکہ آگے پیچھے بھی ہوسکتے ہیں۔

طبرانی ، ابن ابی شیبه اپنی مسند میں واحدی او ردیگر نے ایک سند سے (روایت کیاھے) که اس میں ایک شخص ھے جس کی شناخت نہیں ھوسکی ھے، وہ حفص بن سعید قریشی سے روایت کرتاھے، حفص اپنی ماں سے اور وہ پھر اپنی ماں خوله سے روایت کرتی ھے جو که رسولؐ کی گھرمیں ملازمہ تھی یه کھتی ھے که کتے کا ایک بچه رسولؐ کے گھر میں داخل ھوا اور آپؐ کے تخت کے نیچے چلاگیا اور وھاں مرگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار دن انتظار کیا وحی نہ آئی، فرمایا: اے خولہ یہ کیا ہوگیا کہ خدا کے رسول کے گھر میں جبرائیل امین نہیں آرہا؟ میں نے اپنے آپ سے کہا: بہتر ہے کہ گھر کی اچھی چھان بین کرکے اس کی صفائی کروں، جب میں چارپائی کے نیچے جھاڑو دے رہی تھی تو ایک کتے کے بچے کی لاش نکالی جو وہیں مرگیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قمیص میں کانپتے ہوئے تشریف لائے، اور جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو اس وقت آپ کا جسم مبارک کانپ جاتا، پھر خدائے بزرگ و برتر نے "وَالضُّحَى...تا...فترضی" نازل فرمائی۔

حافظ ابن حجر نے کہا: جبرئیل کے تاخیر سے آنے کا مسئلہ کتیا کے مردہ بچے سے مشہور ہے، لیکن اس واقعہ کا سبب نزول ہونا غریب بلکہ شاذ اور مردود ہے۔

ابن حجر نے عبداللہ بن شداد سے روایت کیا ہے: کہ خدیجہ ؓ نے نبی کریم صلی

(c) ketabton.com: The Digital Library

الله علیہ وسلم سے کہا: میرے خیال میں تیرا رب تجھ سے بیزار ہوگیا ہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی۔
اسی طرح عروہ سے روایت کیا ہے: جبرئیل امین کافی دیر تک حضور صلی الله علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے، تو رسول گرامی انتہائی بے چین ہوگئے۔
اُم المؤمنین خدیجہ ؓ نے کہا: میرے خیال میں تیرا رب تجھ سے بیزار ہوگیا ہے، کہ یہ ساری بے صبری آپ کی دیکھی جاسکتی ہے، تو پھر یہ آیت نازل ہوگئی۔
یہ دونوں روایتیں مرسل ہیں اور ان کے راوی ثقہ اور سچے ہیں۔
حافظ ابن حجر کہتے ہیں: بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ام جمیل اور خدیجہ دونوں نے یہ جملہ کہا ہے، خدیجہ نے ہمدردی کی بنیاد پر اور ام جمیل نے طنز کے طور پر۔

سورۃالضحی کا خلاصہ:

بعض روایات کے مطابق جب نبی کریم صلی الله علیہ وسلم وحی کی تاخیر اور وقتی انتظار کی وجہ سے پریشان اور بےچین تھے، دشمنوں کی زبانیں بھی درازہوئیں، تو یہ سورت نازل ہوئی جیسے رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے دل پر رحمت کی بارش برسی ۔
اس سورت کا آغاز دو قَسموں کے ساتھ ہوتا ہے، پھر پیغمبر صلی الله علیہ وسلم کو بشارت دیتی ہے کہ پروردگار نے تجھے ہرگِز نہیں چھوڑا ہے۔
آخر میں رسول الله صلی الله علیہ وسلم کی گذشتہ زندگی کو ان کی نظروں میں لاکر بتادیا کہ کس طرح الله تعالیٰ نے انہیں ہمیشہ ہر قسم کی رحمتوں میں شامل کیا، اور زندگی کے مشکل ترین لمحات میں ان کا ساتھ دیا۔
اس لیے آخری آیتوں میں آپ صلی الله علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ (خدائے بزرگ و برترکی نعمتوں کے شکرانے کے طور پر)یتیموں اور حاجت مندوں کے ساتھ اچھائی اور نرمی کا برتاؤ کریں اوراللہ کی نعمتوں کا اظہار کریں ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورۃ الضحی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَالضُّحٰىۙ ۝۱ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىؕ ۝۳ وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰىؕ ۝۴
وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ ۝۵ اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰىؕ ۝۸ فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡؕ ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡؕ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ
رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ۝۱۱

سورت کا مختصرترجمہ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نہایت رحم والاھے
وَالضُّحٰىۙ ۝۱	چاشت کے وقت کی قسم(جب سورج طلوع ہوتا ہے اور ہر طرف پھیل جاتا ہے) (۱)
وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ ۝۲	اور رات کی جب طاری ہوجائے (۲)
مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىؕ ۝۳	نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا (اور نہ دشمن بنایا) (۳)
وَلَلۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لَّكَ مِنَ الۡاُوۡلٰىؕ ۝۴	اور آخرت (یعنی بعدکی حالت) تمہارے لیے پہلی حالت سے کہیں بہتر ہے (۴)
وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيۡكَ رَبُّكَ فَتَرۡضٰىؕ ۝۵	اور یقیناً عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہوجائے گا (۵)
اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا فَاٰوٰى ۝۶	کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا، پس جگہ دی (۶)
وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷	اور اس نے تجھے راہ حق کی تلاش میں سرگرداں پایا تو راستہ دکھا دیا (۷)
وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰىؕ ۝۸	اور تنگدست پایا تو غنی کردیا (۸)
فَاَمَّا الۡيَتِيۡمَ فَلَا تَقۡهَرۡؕ ۝۹	پس تم یتیم پر ستم نہ کرنا (۹)
وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡؕ ۝۱۰	اور جو مانگتاھو اس کو مت جھڑک (۱۰)

(c) ketabton.com: The Digital Library

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ ۱۱	اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرتے رہنا (۱۱)

مختصر تفسیر:

وَالضُّحٰىۙ ۱	چاشت کے وقت کی قسم(جب سورج طلوع ہوتا ہے اور ہر طرف پھیل جاتا ہے) (۱)

(ضحی کی قسم) ضحی دن کے آغاز میں سورج کے طلوع ہونے کے وقت کا نام ہے، یعنی: دن کے اُجالے کی قسم.
قسم کی دلیل: اہم خبر کا بیان کرنا، یہ عرب کا اسلوب بیان ہے جو توجہ مبذول کرنے کے لیے ہوتاہے.
روشنی اور نور سے مراد محمد صلی الله علیہ وسلم ہے جوکہ شرک کے اندھیرے میں ہدایت کا نور ہے.
یادر ہے کہ: دن کی روشنی اور رات کی تاریکی اور سکون بھی الله تعالیٰ کی دو عظیم نعمتیں ہیں جن کی قسم رب عظیم نے کھائی ہے.

وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰىۙ ۲	اور رات کی جب طاری ہوجائے (۲)

(قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے) اصمعی کہتے ہیں: "سجو شب، یعنی دن کا ڈھانپنا ہے، جیسا کہ ایک شخص خود کوکپڑے میں لپٹتا ہے"
اس کی دلیل یہ ہے کہ الله تعالیٰ نے گذشتہ سورت میں رات کو دن پر مقدم کیاتھا جبکہ اس سورت میں مؤخر ذکر کیا ہے، یہ دن اور رات میں سے ہر ایک کی فضیلت پر توجہ دلانے کے لیے ہے، کیونکہ رات کو سبقت میں فضیلت حاصل ہے، اور دن کو روشنی میں، دلیل یہ ہے کہ صرف وقت چاشت اور رات کی قسم کھائی ہے، یہ وقت اور زمانہ کی اہمیت پر توجہ دینا ہے کہ دن اور رات کا آنا جانا اس پر دلالت کرتا ہے، اس نے خاص طور پر چاشت کے وقت کو یاد دلانے کی وجہ یہ بتائی کے یہ وقت رات کی تنہائی کے بعد لوگوں کے اکھٹے ہونے اور ایک دوسرے سے ملنے کا ہے.
ابن عباس رضی فرماتے ہیں: سجیٰ: یعنی وہ اپنے اندھیرے کے ساتھ واپس آئی، (خازن:۲۵۸/۴)

مفسرین کی آیت کی تفسیر میں آراء اور نظریات:

1 - رات کی قسم جب وہ آرام پکڑلے.
2 - قسم ہے رات کی جب اس کی تاریکی سب جگہوں کو ڈھانپ لے.
3 - قسم ہے رات کی کیونکہ تمام جگہوں کو سیاہ اور تاریک کردیتی ہے.

(c) ketabton.com: The Digital Library

4 - رات کی قسم کیونکہ یہ لمبی ہے اور عبادت اورنماز کا موقع ہے۔

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰىؕ۝۳	نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ وہ ناراض ہوا (اور نہ دشمن بنایا) (۳)

یہ جواب قسم ہے کہ: "تیرے رب نے تجھے نہیں چھوڑا" اس آدمی کی طرح جو دوسرے کو الوداع کہتا ہے، پس اس نے تجھ سے وحی منقطع نہیں کی ہے"اور وہ ناراض نہیں ہوا ہے" تجھ پر بغض رکھ کر تجھ سے نفرت نہیں کی ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں: "وَالضُّحٰى" نور کے معنی میں ہے، یہ نزول وحی سے استعارہ ہے، اور "والیل" کا معنی رات ہے، وحی کا منقطع ہونا مراد ہے، معنی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے پیغمبر پر غصہ نہیں فرمایا ہے، اس طرح مشرکین کی بات کو رد کیا جو کہتے تھے: کہ خدا نے محمد کو چھوڑ دیا ہے، جواب قسم وہی ہے۔

"مَا وَدَّعَكَ" تجھے نہیں چھوڑا ہے، تجھے چھوڑنے ترک کرنے کو نہیں کہا ہے، "وَدَّعَ" یعنی خدا حافظ کہا، "وَدَّعَكَ"یعنی: تجھے خدا حافظ اور الوداع نہیں کہا۔

"مَا قَلٰى" یعنی غصّہ نہیں کیا، اور دشمن نہیں بنایا۔

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰىؕ۝۴	اور آخرت (یعنی بعدکی حالت) تمہارے لیے پہلی حالت سے کہیں بہتر ہے (۴)

اس مبارک آیت میں درج اہم نکات پر غور کیا جاسکتا ہے۔
سب سے پہلے یہ کہ: کہا گیا کہ آخرت تیرے لیے دنیا سے بہتر ہے۔
دوسرا یہ کہ: گذرے ہوئے وقت سے بہتر اور روشن مستقبل آپ کا منتظر ہے۔
سوم یہ کہ: وحی کا نزول اس وقفے کے بعد پہلے سے بہتر اور آسان حالت میں ہوگا، پہلے آپ کے لیے وحی کا حصول مشکل اور دشوار تھا، لیکن مستقبل میں آپ کو اس سے بہتر اور آسان طریقے سے موصول ہوگی۔
سیرت نگاروں نے لکھا ہے: بعض مواقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کا حاصل کرنا اتنا دشوار ہوتا تھا کہ سخت سردی کے موسم میں بھی آپ کے پورے جسم سے پسینہ جاری ہوتا تھا۔
حدیث مبارکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے مروی ہے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے ہوئے تھے ، جس کے کھردرے پن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر نشان چھوڑا تھا، جب نیند سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

بیدار ہوئے تو ان کے پہلو پر میں نے ہاتھ پھیرنا شروع کیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمیں اجازت دیں گے کہ اس چھٹائی پر آپ کے لیے کچھ بچھالیں؟، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ما لی وللدنیا، إنما مثلی ومثل الدنیا کراکب ظل تحت شجرة ثم راح وترکھا) ترجمہ:"مجھے دنیا سے کیا سروکار، میری اور اس دنیا کی مثال اس مسافر کی سی ہے جو کسی درخت کے نیچے سایہ حاصل کرنے کے لیے ٹھہرا، پھر چل پڑا اور اس درخت کو چھوڑ دیا"۔

طبرانی نے "معجم اوسط"میں ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن شہروں اور ملکوں کو میری امت میرے بعد فتح کرے گی وہ مجھے دکھائے گئے ہیں میں ان کے مشاہدہ سے خوش ہوا ہوں، پھر خدائے بزرگ و برتر نے "وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؕ۝۴" نازل فرمائی، (اس روایت کی سند حسن ہے)۔

حاکم اور بیہقی نے "دلائل النبوة" میں طبرانی اور دوسروں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: جو ملک ، علاقے اور شہر یکے بعد دیگرے مسلمانوں سے مغلوب ہوکر فتح ہونے تھے وہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واضح طورپر دکھائے گئے، جنہیں دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوگئے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ؕ۝۵	اور یقیناً عنقریب تیرا رب تجھے عطا کرے گا، پس تو راضی ہوجائے گا (۵)

«البتہ بہت جلد تیرا رب تجھے عطا کرے گا» دین کے کام میں وسعت، اجر عظیم ، جنت میں اعلیٰ علیین، حوض کوثر اور آخر میں اپنی امت کے لیے شفاعت کی نعمت، "پھر تم راضی ہوجاؤ گے" ان اجر اور نعمتوں سے۔

"فَتَرْضٰى" رضایت کے مادہ سے ہے، رضا اس حالت کو کہا جاتا ہے کہ انسان کو اندرونی یعنی دلی طورپر کسی قسم کا اعتراض نہ ہو۔

ابن عباس ؓ فرماتے ہیں: یعنی آپؐ کوشفاعت عطا کریں گے تاکہ آپؐ راضی ہوجائیں، اس لیے ایک روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو یاد کرکے فرمایا:میری امت، میری امت، اور رونے لگے، تب اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا: جاؤ محمدؐ کے پاس اور ان سے پوچھو کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے، جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان سے پوچھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاملہ کا ذکر فرمایا، پھر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل سے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہدو:جہاں تک ان کی امت کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعلق ہے تو آپؐ کو ہم راضی کریں گے، ناراض نہیں کریں گے۔ (اخراج از مسلم)
اسی طرح حدیث میں آتاہے کہ ہرپیغمبر کی دعا اور درخواست قبول ہوئی ہے، تمام پیغمبروں نے اپنی دعائیں دنیا میں قبول کراوالی ھیں ، جبکه میں نے اپنی درخواست روز قیامت کے لیے اپنی امت کی شفاعت کے لیے رکھی ہے (بخارسی ، مسلم)
مفسر خازن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: بہتر یہ ہے کہ اس سے آیت کے ظاہر کو مراد لیا جائے تاکہ دنیا اور آخرت کے خیر کو بھی شامل ہو، کیونکہ دنیا میں الله تعالیٰ نے دشمنوں پر کامیابی اور غلبہ، پیروکاروں کی کثرت اور بہت زیادہ فتوحات آپؐ کو عطا کی ہیں، آپؐ کے دین کو غالب اور کامیاب بنایا، اور آپؐ کی امت کو بہترین امت قرار دیا، اور آخرت میں شفاعت عام اور مقام محمود وغیره آپؐ کوعطا کی ہیں، (تفسیر خازن:۲۶۰/۴) (تألیف علی بن محمد بغدادی (م، ۷۲۵ ھ) مشهور به خازن)
اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا: (إذن لا أرضى وواحد من أمتي في النار) پس جب کہ ایسا ہے تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت میں سے ایک شخص بھی آگ میں ہو۔

آیت مبارکہ کا شان نزول:

اس آیت مبارکہ کا شان نزول پچھلی آیت کے شان نزول کی طرح ہے، ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: وہ ممالک اور علاقے جو محمد صلی الله علیہ وسلم کی امت کے ہاتھوں فتح ہوں گے وہ ایک ایک شہر پیغمبر صلی الله علیہ وسلم پر پیش کیے گئے آپ اس سے خوش ہوگئے، تب یہ آیت نازل ہوئی: (وَلَسَوۡفَ يُعۡطِيكَ رَبُّكَ فَتَرۡضَىٰ)۔
جب یہ عظیم نعمت آپ کو دی، اور ساتھ ہی بچپن کی نعمتوں کی آپؐ کو یاد دہانی کرادی تاکہ اپنے خدا کا شکر ادا کریں، پس فرمایا:

أَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيمٗا فَـَٔاوَىٰ ۝٦	کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا، پس جگہ دی (۶)

یعنی: تیرے رب نے تجھے یتیم بغیر باپ کے پایا پھر آپ کو ٹھکانہ دیا تاکہ اس میں بسیں اور آباد ہوجائیں، وہ ٹھکانہ تیرے دادا عبدالمطلب اور تیرے چچا ابو طالب کا گھر تھا، کیونکہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم جب شکم مادر میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

تھے یا ولادت کے بعد اپنے والد کو کھویا تھا، پھر ان کی والدہ آمنہ بنت وہب فوت ہوئی جب آپ کی عمر مبارک چھ سال تھی، اور آپ آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا عبدالمطلب کے سرپرستی میں رہے، اس کے وفات کے بعد آپؐ کے چچا ابو طالب نے آپ کی سرپرستی کی ذمہ داری اٹھائی، آپ کی بعثت کے چند سال بعد ابو طالب بھی چل بسے جو کہ مسلسل آپؐ کے حامی اور مددگار رہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنے سخت دلی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: اگر نرم دل بننا چاہتے ہو تو یتیم کے سر پر دست شفقت پھیر دو (کفالت کرو)، اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔

اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ: "میں اور یتیم کا سرپرست (جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب ہوں گے" اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی والی انگلی سے اشارہ کیا۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰىۖ۝	اور اس نے تجھے راہ حق کی تلاش میں سرگرداں پایا تو راستہ دکھا دیا (۷)

یعنی: اے پیغمبر! حق تعالیٰ نے تجھے ایمان کی پہچان سے لاعلم پایا، اس طرح کہ تجھے معلوم نہیں تھا کہ ایمان کیا ہے اور نبوت میں سے جو کچھ آپ کے لیے ارادہ فرمایا تھا اس سے بے خبر پایا، اور تو نہیں جانتا تھا کہ قرآن کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شرائع اور احکام سے بھی بے خبر تھے، پھر تجھے ان سب کی پہچان کرادی، یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس محل پر "ضلال" کو "هُدی" کے مقابل والے معنی میں محمول نہیں کرسکتے، یہاں اس کا معنی شریعت کے احکام کا نہ جاننا اور نبوت کے امور سے بےخبری کے معنی میں آتا ہے، جیساکہ بیان ہوا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: یعنی: بچپن میں مکہ کے وادیوں میں گم ہوگئے تھے، اور بعض کہتے ہیں کہ جب اپنے چچا کے ساتھ شام جارہے تھےراستے میں گم ہوگئے تھے۔

«ضَآلًّا» ضال یہاں حیران کے معنی میں ہے، ایک حد تک درست معنی ہے،

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ عرب جہالت میں مبتلا ہیں آپؐ کی قوم گمراہی کا شکار ہے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ان کی اللہ کی طرف کیسے رہنمائی کریں، اس وجہ سے حیران و پریشان تھے۔

«فَهَدٰى» یعنی: اللہ نے تجھے ہدایت عطا کردی، اس ہدایت کو تیرے اختیار میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

رکھا، تاکہ تو تاریخ بدل ڈالے، تجھے یتیم پایا پھر تیری محتاجیت ختم کردی، خدیجہ کو آپ کاہمسفر اور شریک حیات بنادیا، (ایک ایسی عورت جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کا پیغام بھیج دیا، یہ انتہائی اہم اقدام تھا) ایسی ہدایت جس نے تیری پوری شخصیت بدل ڈالی، سورہ نجم میں قرآن کریم کی تعبیر کے مطابق ایسی ہدایت کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کی طرح آپؐ کی شخصیت کو تمام پہلوؤں کا تزکیہ کرکے اور سے منتخب کرکے اس کی تائید کردی، وہ پیغمبر اسلام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دل، زبان، اخلاق الغرض ان کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی تائید کردی ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغۡنَىٰ ۝٨	اور تنگدست پایا تو غنی کردیا (۸)

اے پیغمبر! اللہ تعالیٰ نے تجھے غریب، ضرورت مند اور مال و اسباب سے محروم پایا تو آپؐ کو بے نیاز بنادیا، اس رزق اور روزی کے ذریعے جو ملکوں کے فتوحات کے ذریعے اور کفار کی آدیوں سے دیا، یا تو معنی یہ ہے کہ: تجھے قبل از رسالت سب سے پہلے خدیجہ بنت خویلد کے مال سے تجارت میں مالدار بنادیا، پھر ابوبکر صدیقؓ کے مال کے ساتھ، پھر انصار کے مال کے ساتھ، پھر رسالت کے بعد حصول مالِ غنیمت سے اور پھر ہجرت کے بعد بھی اور آپ کو تھوڑے سے مال سے راضی کرکے قناعت دیکرامیر بھی بنادیا، جیساکہ حدیث شریف میں ہے کہ: (لیس الغنی عن کثرۃ العرض ولکن الغنی غنی النفس) ترجمہ: "تو نگری یہ نہیں ہے کہ سامان زیادہ ہو، بلکہ امیری یہ ہے کہ دل غنی ہو"

«فَأَغۡنَىٰ»: غنی کے مادہ سے ہے، مراد یہ ہے کہ انسان میں رضامندی جیسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں، کسی چیز یا کسی شخص کی طرف انسان میں محتاجگی کا احساس پیدا نہیں کرتا، بلکہ بے نیاز اور بے پروا بنادیتا ہے، اس پر تین نعمتیں گنواں کر ان کو تین چیزوں کی وصیت کرکے فرماتے ہیں:

فَأَمَّا ٱلۡيَتِيمَ فَلَا تَقۡهَرۡ ۝٩	پس تم یتیم پر ستم نہ کرنا (۹)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان تمام نعمتوں کے ساتھ کسی یتیم کے مال اور اس کے حقوق پر اس کی کمزوری اور بے کسی کی وجہ سے قبضہ نہ کرو،

(c) ketabton.com: The Digital Library

بلکہ اُسے اس کا حق دو اور اپنی یتیمی کو یاد کرو۔
بچپن میں اپنے والد یا والدین کو کھونے والے یتیموں کا وجود کسی بھی معاشرے میں ناگزیر ہے، تمام الہٰی، ابراہیمی ادیان میں ان بچوں پر توجہ دی گئی ہے اور اس میں ان کے ساتھ عہد کرنے، ان کے حقوق کی حفاظت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔
ہمارے عظیم رب نے ادیان الہٰی کے پیروکاروں خاص طور پر بنی اسرائیل کی رہنمائی اس نیکی کی طرف کی ہے: "وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ" (سورہ بقرہ آیت:۸۳) ترجمہ:"اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ عبادت نہ کرو (کسی کی) بجز اللہ کے اور حسن سلوک سے پیش آنا (اپنے) ماں باپ سے اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے بھی)"
یہ آیت کریمہ متعدد قسم کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کو اہل ایمان کے ضروری فرائض اور نیک اعمال میں سے قرار دیتی ہے یتیموں کی دیکھ بھال بھی ہے، کیونکہ اس عہد کی شقیں عام ہیں، بنی اسرائیل کے لیے مختص نہیں ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کے حقیقی اصول ہیں جوکہ تمام شرائع مقدسہ میں تھے اوریہ تبدیل نہیں ہوتے۔
قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: "لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ"(بقرہ:۱۷۷) ترجمہ:"نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو اصل نیکی اس کی ہے جو اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں پر ایمان لایا اور مال دیا اس کی محبت کے باوجود قرابت والوں اور یتیموں اور مسکینوں کو"
اسی طرح سورہ انعام آیت:۱۵۲ میں فرماتے ہیں: "ولا تقربوا مال الیتیم الاّ بالتی ھی احسن" ترجمہ:"اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو"
قرآن کریم یتیموں کے بارے میں لوگوں اور اسلامی ریاست کی ذمہ داری کو واضح تشریحات کے ساتھ بیان کرتا ہے، یہ مقدس اور آسمانی کتاب یتیموں کی عزت کرنے اور ان کے ذاتی اور معاشرتی ، مادی اور روحانی انفرادی و اجتماعی امور کی دیکھ بھال کی تاکید کرتی ہے، ان کے دیکھ بھال میں کوتاہی پر سرزنش بھی کرتی ہے، اور اسےدنیا و آخرت کے عذاب کا سبب قرار دیتی ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

قرآن مجید کی مختلف آیات میں یتیم افراد کے مادی اورروحانی امور میں بھلائی اور دیکھ بھال کو والدین اور رشتہ داروں کے بعد رکھا ہے، اور اس نیکی کو اخلاقیات کی تعمیر اور بخل، غرور اور اخلاقی فساد کے خلاف جدوجہد اور جنگ کی قرار دیاہے۔

یتیم:

عرب کی اصطلاح میں یتیم اس نابالغ کو کہتے ہیں جس کا والد فوت ہوگیا ہو، بالغ ہونے کے بعد یہ نام اس سے ہٹا دیا جاتا ہے، (لسان العرب، ابن منظور، دار صادر، بیروت، سوم، 1414 ق، ج 12، ص 645)

شریعت مقدسہ کے نقطۂ نظر سے ایک یتیم بچہ اپنے باپ کی محبت کے سایہ سے محروم ہوکر بہت زیادہ تنہائی اور کمی محسوس کرتا ہے، جس کی تلافی محبت اور دوستی سے کی جاسکتی ہے، مہربان اور رحم دل مائیں کسی حد تک اس کمی کو پورا کرتی ہیں، لیکن اسلام نے ہر ایک کو مکلف کیا ہے کہ اس اہم معاملے میں ماں اور سرپرست کی موجودگی کے صورت میں بھی اس کی مدد کریں، اگرماں یا سرپرست نہیں ہے تو اسے اپنی حفاظت میں رکھیں۔

یه بات قابل ذکر هے که: رسول الله صلی الله علیه وسلم نے یتیموں کے ساتھ جو همدردی اور مهربانی کا برتاؤ کیا وه ناقابل بیان هے، اور ان کے حق میں اچھی رهنمائی کی ہے، اور بہت سی هدایات ان کے حقوق کی تگ و دو اور توجه کے میدان میں جاری کی هیں۔

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ۝۱۰	اور جو مانگتاهو اس کو مت جھڑک (۱۰)

جب بھی کوئی فقیر مسکین اور ضرورت مند تجھ سے مدد کے طورپر کوئی چیز مانگے تو اسے مت جھڑک اور اپنے پاس سے مت بھگاؤ، کیونکه تم خود بھی فقیر ی کی حالت میں تھے، پس یا تو اسے خوراک دو یا پھر نرمی سے جواب دو۔

مفسرین حضرات نے اس آیت کریمه کے دومعنی اورتفسیریں بیان کی هیں:

اگر لفظ سائل مانگنے والے کو حاجتمند شخص اور مدد کے طلبگار کے معنی میں لے لیں تو اس عبارت کا معنی وهی هے که اگر اُس کی مدد کرنے کی استطاعت رکھتے هو تو مدد کرلو ، اگراستطاعت نهیں رکھتے تو اس سے نرمی اورمهربانی کے ساتھ معذرت کرلو، لیکن کسی بھی صورت میں اسے خود سے دور مت بھگاؤ اور مت ڈانٹو، اس معنی کے اعتبارسے یه حکم الله تعالی کے اس احسان کے جواب میں هے که: " تجھے تنگدست پایا تو بے نیاز بنادیا"، اور اگر سائل کو سوال کرنے والا، یعنی: وه جو دین کے مسائل

(c) ketabton.com: The Digital Library

سے متعلق پوچھتاھے کے معنی میں لیں تو اس کامعنی یہ ہوگا کہ ایسا شخص جس قدر بھی ناسمجھ اور تھذیب وتربیت سے دور ھو اور ظاھری طور پر اپنی فکری اور ذھنی سوچ کے مطابق جس طرح بھی نادانی کا مظاھرہ کر کے سوال کرے، ھرصورت میں شفقت کے ساتھ اسے جواب دو، اور بدمزاج علم ودانش کے مدعی انسانوں کی طرح اسے تنگ نہ کرو ، اور نہ مسترد کرو، اس مفھوم کے لحاظ سے یہ ارشاد بلند مرتبہ خدا کے اس احسان کے جواب میں ھے کہ : "اس نے تجھے راستے سے ناواقف پایا پھر راستہ دکھایا".

حضرت ابوالدرداء ، حسن بصری، سفیان ثوری اور بعض دیگر علماء اور مفسرین نے اسی معنی کو ترجیح دی ھے، کیونکہ ترتیب کلام کے لحاظ سے یہ ارشاد : "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى" کے جواب میں آتاھے . (تفھیم القرآن).

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١	اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرتے رہنا (١١)

اپنے پروردگار کی ان نعمتوں کو بیان کرو جو تم پر مکمل کردی ھیں، خود پر اس کی رحمت کے آثار دکھاؤ، اس کریم اور منّان کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ھوئے ان نعمتوں کو یاد کرو، انہیں جھٹلاتے ھوئے اور انکار کرتے ھوئے ان سےچشم پوشی مت کرو.

مفسر آلوسی فرماتے ھیں: یعنی : تم یتیم تھے راستے سے بے خبر اور بے کس تھے، لیکن الله تعالی نے تمھیں پناہ دی اور بے نیاز کرکے ھدایت عطا کردی، پس تو ان تین نعمتوں کو مت بھلاؤ، اور یتیم کے ساتھ نرمی اختیار کرو اور مانگنے والے پر رحم کرو، کیونکہ تم نے خود یتیمی اور بی کسی کا ذائقہ چکاھے، سیدھے رستے کی طرف لوگوں کی رھنمائی کرو، جیسا کہ خدانے تمہیں ھدایت عطا فرمائی ہے. (تفسیر روح المعانی :30/ 164).

یاد رھےکہ: نبی کریم صلی الله علیہ وسلم کے لیے اپنے والد سے میراث میں مال ودولت نھیں بچی تھی، انہوں نے نہ صرف اپنے والد کی سرپرستی سے محروم ھونے کا درد سہاتھا، بلکہ چھ (6) سال کی عمر میں وہ اپنی ماں کی شفقت سے بھی محروم ھوگئے تھے ، بلکہ آپؐ نے اپنی جوانی بھی غربت، فقر اور تنگدستی میں گزاری، لیکن زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ قریش کی امیرترین عورت سے ملاقات ہوئی، اس نے آپ کو پھلی فرصت میں اپنا شریک تجارت بنالیا، اور پھر شادی کی پیشکش کی، اور اس طرح آپؐ پر غربت سے نکلنے کے راستے کھل گئے.

(c) ketabton.com: The Digital Library

"وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ " میں یه بتانا ضروری هے که: "حدِّث" تحدیث سے مشتق هے، جوکه بات کرنے کے معنی میں آتاهے، اس سے مراد یه هے که آپ لوگوں کے سامنے الله تعالی کی نعمتوں کا تذکره کیاکریں، کیونکه یه بھی شکر ادا کرنے کا ایک طریقه هے، یهاں تک که اگر کوئی کسی پر احسان کرے تو اسے محسن کا شکریه ادا کرنے کا حکم هے .

حدیث میں هے که : "جو شخص لوگوں کے احسان اور بھلائی کے مقابلے میں شکریه نه کهے یالوگوں کا شکریہ ادا نه کرے ایسا شخص الله تعالی کا بھی شکر ادا نهیں کرے گا" (من لایشکر الناس لایشکر الله) .

دوسری حدیث میں هے که : "جس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیاجائے، اس کو اس اچھائی کا بدله دینے چاهیے، اگر بدله چکانے کے قابل کوئی چیزنه ملے تو دینے والے کی اچھائی کا اعتراف هی کردے، جب اعتراف کردیا تو شکر کا حق اداکردیا" (تفسیر مظهری).

مسئله :

هرنعمت کا شکر ادا کرنا واجب هے، مال کی نعمت کا شکر یہ هے که اس سے کچھ مقدار الله کے راستے میں نیت کے اخلاص سے خرچ کرے، اور علم کی نعمت کا شکر یه هے که اسے دوسروں کو سکھائے پڑھائے ، (رواه البغوی عن جابربن عبدالله مظهری).

الله تعالی کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا

آیت "وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ " میں همارا عظیم رب نبی اکرم صلی الله علیه وسلم سے فرماتا هیں: اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو، نعمتوں کو یاد کرنے کا مطلب دوسروں پر برتری حاصل کرنا اور فخر کرنا نهیں هونا چاهیے، بلکه اس کا مطلب ان نعمتوں کو یاد کرناهے جنهوں نے انسان کو شکر گزار بنایا اور مقام عبودیت میں تکمیل بخشی ہے، کیونکه الله تعالی نے همیں بہت سی نعمتوں سے نوازاهے اگر ایک نعمت چھن جائے تو هم ان دوسری نعمتوں کا شکر بھی ادا نهیں کرپائیں گے جو ہمارے پاس باقی رہیں .

جو شخص الله کی نعمتوں کویاد کرتاهے وه مصیبتوں، سختیوں اور آفات میں مایوسی، نا امیدی ، اضطراب ا ور بے چینی کا شکارنهیں هوتا، اس کی روح پرسکون اور دل با اعتماد هوگا.

لسانی اور عملی

لسانی ، وهی زبانی شکر ادا کرناهے .

عملی: که انفاق یعنی ضرورت مندوں کے ساتھ الله کے راستے میں مالی تعاون ، اور ایسی بخشش جو احسان جتائے بغیر تمام نعمتوں کو شامل هو جو الله

(c) ketabton.com: The Digital Library

تعالی نے اسے عطاکی ھیں جیسے: مال خرچ کرنا صدقه جاریه میں، ایسے نیک کاموں میں لگانا جو باقیات الصالحات میں شامل ھوں، جیسے : مسجد بنانا، مدرسه بنانا، اچھی اور مفید کتابوں کی نشرو اشاعت وغیره، پروردگار عالم کو ھمارے شکر کی ضرورت نہیں ھے، اور اگراس نے شکر ادا کرنے کا حکم دیاھے، تویه اس لیے ھے که ھم تربیت کے اعلی مکتب میں شکر گزاری کے بهترین درجات حاصل کرلیں .

الله تعالی نے نجات، کامیابی اور نعمتوں کے فراوانی کو شکرگزاری میں اور عذاب کو نعمتوں کے ناشکری میں رکھاھے، بنی اسرائیل کو خطاب کرتے ہوئے(موسی علیه السلام کے مواعظ کے سلسلے میں) اور ایک مستقل جملے میں مسلمانوں کو (دونوں باتیں قرآن کی تفاسیرمیں آئی ہیں، البته ان کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں ھے) فرماتاہے: "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ۝ " ترجمه: اگر شکر کروگے تو میں تمھیں زیاده دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو (یاد رکھو که) میرا عذاب سخت ھے) .

جیساکہ پہلے مذکور ہوا که پروردگار عالم کوھماری شکر گزاری کی ضرورت نہیں ھے، اگر ھمیں شکر کرنے کا حکم دیا ھے تو یه اس لیے که ھم تربیت کے اعلی مکتب میں شکر گزاری کے درجات حاصل کرلیں۔

شکر کیاھے ؟

لغت میں شکر کا مطلب : ذھن میں نعمتوں کا تصور کرنا اور قول وفعل سے اس کا اظھار کرناھے، دل، زبان اور عمل سے شکر ادا کرنا، اسلامی روایات میں یھی معنی آیاھے۔

اسلام اور شکر

الله کی تعالی کی بارگاه میں شکر ادا کرنا انسان کی اھم خصوصیات میں سے ھے، اگرچه الله تعالی کا فضل اور اس کی نعمتیں بهت زیاده ہیں جنہیں شمار کرنا ممکن نہیں، لیکن انسان اگر یہی جان لے که وه خدا کا شکر ادا کرنے سے قاصرھے تو اس کے وجود میں اس روش کی نشو ونما کا باعث بنے گا، شکر گزاری کے درجات ھیں، شکرگزاری دل، روح اور دماغ کے گھرائیوں سے اور جو کچھ اسےعطاء کیاگیا ھے، اس کا اظھار زبان سے کرنا اور منعم کی تعریف کرنا، جبکہ جوارح اور اعضاء سے شکر اداکرنا یہ ہے که انسان اپنی استطاعت کے مطابق اپنی صلاحیتوں کو ان معاملات اور امور میں جن میں الله کی رضا ھو بهترین طریقے سے استعمال کرے .

قرآن کریم میں " 70" سے زیاده آیات میں ، خدا اور انسانوں کی طرف سے کیے جانے والےشکر گزاری کی قدردانی کا ذکر ہواھے، اور اس نیک کام کو مختلف عنوانات کے تحت انجام دینے کا تذکره کیا گیاہے، اسی طرح بهت

(c) ketabton.com: The Digital Library

سی روایات میں بھی اس کا حکم دیا گیاھے، قرآن میں ہے ۔

اللہ اور والدین کا شکر

"وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ‌ۚ○ حَمَلَتۡهُ اُمُّهٗ وَهۡنًا عَلٰى وَهۡنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىۡ عَامَيۡنِ اَنِ اشۡكُرۡ لِىۡ وَلِـوَالِدَيۡكَ○
اِلَىَّ الۡمَصِيۡرُ۱۴○ « ترجمہ » :اور ھم نےانسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ھے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے، اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ھے کہ میرا شکر کر اور اپنے ماں باپ کا ، میری ھی طرف لوٹ کر آناھے"۔

شکر کے مراحل

خدا تعالی کی وسیع اور لامحدود نعمتوں کا شکر تین مراحل میں ادا کیا جاتاہے: (دل کا شکر ، زبان کا شکر اور عملی شکر)۔

دل کا شکر

اس کا مطلب یه ھے که شکر گزار دل همیشه الله کی نعمتوں اور بخششوں کو یاد کرتاھے، الله کی تعظیم کرتاھے اور اس کے آگے جھکتاھے، اور اس کی عظمت کے سامنے خود کو چھوٹا سمجھ کر محتاجی کا اظھارکرتاھے، خدا کے عظیم کاموں، مختلف مخلوقات اور اس کے بندوں کو خیر پهنچانے کے بارے میں غور وفکر کرکے اپنی حیرت کا اظھار کرتاھے، اوراس طرح اس کی عاجزی بڑھتی ھے ۔

زبان کا شکر ادا کرنا

زبانی تشکر کا یه معنی ھے که: شکر گزار شخص نعمت دینے والے کی حمد وثناء کرتاھے اور اپنی استطاعت کے مطابق اس کی تعریف کرتاھے، اسی طرح نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے دائرے میں بھی وہ دوسروں کو اس کی اطاعت پر آمده کرتاھے۔

عملی طور پر شکرکرنا

شکر کا تیسرا مرحله عملی شکرھے، عملی تشکر یہ ہے کہ نعمت دینے والے کے سامنے عمل سے شکر کا اظہار کرے، یعنی نعمت حاصل کرنے والا کوشش کرے که خدا کی نعمتوں کو الله کی نافرمانی میں استعمال نه کرے، بلکه ان نعمتوں کو الله کی اطاعت اور عبادت کا ذریعہ بنائے ۔

شکر ادا کرنے کی ترغیبت

اسلام کا مقدس دین شکر ادا کرنے کا حکم اور اس کی ترغیب دیتاھے اور شکر گزار افراد کی تعریف کرتاھے، قرآن کریم فرماتاھے: اے لوگو جو ایمان لائے! ان پاکیزه چیزوں میں سے کھاؤ جوھم نے تمھیں عطا کی ھیں اور الله کا شکر کرو، اگرتم صرف اس کی عبادت کرتے ھو، اور مزید فرمایا ھے: "اور جو آخرت کا بدله چاھے اسے اس میں سے دیں گے اورھم شکر کرنے

(c) ketabton.com: The Digital Library

والوں کو جلد جزا دیں گے".

کفران نعمت

کفران نعمت کا مطلب نعمتوں کو چھپانااور نظر انداز کرناھے، اگرچه خدا تعالی هماری شکرگزاری اور عبادت کا محتاج نهیں هے، لیکن حکمت اور مصلحت کے اعتبارسے بندوں پر عبادت کو فرض قرار دیاھے، قرآن کریم میں شکر گزاروں کو خوش خبری سنانے کے بعد فرماتاھے: جوشخص شکر گزار بنتاھے اس کا شکر گزار بننا اس کے فائدے میں هے، اور جو ناشکری کرے تو خدا بے نیاز اور تعریفونوالا ھے، حالانکه خداتعالی نعمت حاصل کرنے والوں کے شکر کا محتاج نهیں هے، اور اس بات سے بهت اوپر اور عظیم تر هے که ناشکروں کو محروم کرے، لیکن کفران نعمت اور ناشکری خود کچھ مصیبتوں کا سبب بن جاتی هے جیسے:

1 - پستی

ایک ناشکرا شخص اپنی کمتری اور نا اهلی کا ثبوت دیتاھے، کیونکه انسانی عقل اور ضمیر کا تقاضاھے که نعمت پانے والے شخص کو شکرگزار هونا چاهیے ، عقل اور ضمیر کو پیروں تلے روندنا ان لوگوں کا وتیره هے جو کمتری اور بے وقعتی میں حیوانیت کے درجے پر پهنچ چکے هیں، بلکه اس سے بهی پست هوگئے هیں۔

2 - نعمت کا زوال

کفران نعمت، نعمتوں کے زوال اور عدم استحکام کا سبب بنتاھے، اور نیکیوں اور برکتوں کا خاتمه کرتاھے، اس کے برعکس شکر گزاری ان نعمتوں کی بقا کا سبب هے ۔

3 - احسان اور نیکی میں کمی

ناشکری کا ایک اور اثر معاشرےسے نیکی اور احسان کا ختم هوناھے ، کیونکه ناشکری سخاوت کرنے والوں کی حوصله شکنی کرتی هے اور انهیں دینے سے روکتی هے، خدا کا طریقه بهی یهی هے که اگر بندوں نے ناشکری کی تو اپنے فضل اور احسان میں کمی کرتاھے ۔

4 - فوری سزا

ناشکری کا ایک اور منفی اثر، نعمت کی ناشکری کرنے والےکی اذیت اور عذاب میں جلدی کرنا۔

5 - دوزخ جانا

سب سے آخری اثر جو ناشکرے بندے پر اپنے کیے سے هوتاھے، وه جلانے والے دوزخ میں جاناھے، کیونکه وه خدا کی نعمتوں کو چهپاکر اور بندوں کی مهربانیوں کو نظر انداز کرکے خدا کے راستے ہٹ جاتاھے، اور وه ظلم کے راستے پرقدم رکهتاھےجس کا انجام جهنم کے سوا کچھ نهیں هوگا،

(c) ketabton.com: The Digital Library

یهی وه انجام هے جو قرآن نے انهیں دکھایاهے: "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝۲۸ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۝ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝۲۹" (سوره ابراهیم: 28) ترجمه: "کیا تم نے غور نهیں کیا ان لوگوں کے حال پر جنهوں نے الله کی نعمت کو کفرسے بدل دیا، اور اپنی قوم کو لا اتارا تباهی کے گھرمیں، یعنی جهنم ، جس میں وه داخل هوں گے وه بهت بُرا ٹھکانه هے".

وحی کیا هے ؟

وحی کی تعریف: ابن أبی حاتم نے عقیل کے ذریعے زهری سے روایت کیا هے که ان سے وحی کے بارے میں پوچھا گیا: جو اب میں کها: وحی وهی هے جسے خدا اپنے رسولوں پر بهیجتاهے، اور پیغمبر کے دل میں محفوظ رکھتاهے، پھر وه رسول اس سے بولتے، اور اسے لکھتےهیں ، وه الله تعالی کا کلام هے، اور پیغمبر کی وحی کا ایک اور حصه که اس سے وه نهیں بولتا، وه اسے کسی کے لیے نهیں لکھتا اور اس کے لکھنے پر مأمور بھی نهیں هے، لیکن وه اسے ایک حدیث کی صورت میں لوگوں کے سامنے بیان کرتاهے ، جیسے الله تعالی نے حکم دیا که وه لوگوں کو بیان کرے اور ان کو تبلیغ کرے، (ترجمه الاتقان فی علوم القرآن جلال الدین عبدالرحمن سیوطی).

وحی کیاهے اور کن لوگوں پر هوتی هے اس بارے میں علماء فرماتے هیں : لفظ وحی کے عربی میں متعدد معانی هیں، جنہیں قرآن کریم نے مختلف مقامات پر بیان کیاهے:

1 - غریزی الهام جانور کے لیے، جیسے شهد کی مکھی کے لیے الهام: «وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝۶۸» (سوره نحل: 68)

ترجمه: « اور تیرے رب نے شهد کی مکھی کی طرف وحی (الهام غریزی) کی که کچھ پهاڑوں میں سے گھر بنا اور کچھ درختوں میں سے اور کچھ اس میں سے جو لوگ چھپربناتے هیں».

اس وحی سے مراد الهام غریزی هے، یعنی: تیرے رب نے شهد کی مکھی کی طرف وحی بهیجی ، شهد کی مکھیاں اپنی فطرت کے مطابق گھر تیار کرتی هیں، اور اس فطرت کو خدا نے ان کے وجود میں ڈالاهے اور وهی غریزی الهام هے۔

2 - فطری الهام انسان کے لیے .

3 - فوری اشاره خفیه لفظ کے ساتھ، جیسے زکریا علیه السلام کا اشاره: «فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝۱۱» (سوره مریم: 11)

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمه: (تو وه عبادت خانے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے، پس انهیں اشارے سے کها که (اس تحفے کے شکرانے کے طورپر) صبح وشام (خدا کویاد کرتے رهو) یعنی: یہ مطلب اشارے سے ان کو سمجهایا، زبان سے کچھ نہ کیا یہاں وحی بمعنی اشارہ ہے۔

4 - شیطان کا وسوسه انسانی نفس پر:

"وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓـئِهِمۡ لِیُجَادِلُوۡكُمۡ‌ۚ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ۝۱۲۱ " (سوره انعام: 121) ترجمه: "اورشیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یه بات ڈالتے هیں تا که وه تم سے جهگڑا کریں، اگر تم نے ان کا کهنا مان لیا تو بلاشبه تم یقینا مشرک هو".

پس لغت عرب میں وحی کے مذکوره بالا تمام معانی هیں، لیکن یهاں هم جو چاهتے هیں، وه اس کا اصطلاحی معنی هے، وحی کے اصطلاحی معنی سے مراد، انبیاء کے ساته خدا کا رابطه بالواسطه یا بلا واسطه هوتاهے، وحی اپنے اصطلاحی معنی کے ساته صرف فرشتوں اور خدا کے پیغمبروں کے لیے مخصوص هے، فرشتوں پر وحی کی دلیل الله تعالی کا یه فرمان هے: "اِذۡ یُوۡحِیۡ رَبُّكَ اِلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ اَنِّیۡ مَعَكُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا‌ؕ سَاُلۡقِیۡ فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوا الرُّعۡبَ فَاضۡرِبُوۡا فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍؕ۝۱۲ " (سوره انفال: 12) ترجمه: "اور (یاد رکهو) جب تیرا رب فرشتوں کی طرف وحی کر رهاتها که بیشک میں تمهارے ساته هوں، پس تم ان لوگوں کو جمائے رکهو جو ایمان لائے هیں، عنقریب میں ان لوگوں کے دلوں میں جنهوں نے کفرکیا، رعب ڈال دوں گا، پس ان کی گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ اور ان کے هر هرپور پر ضرب لگاؤ"

الله کا انبیاء پر نزول وحی کی دلیل الله تعالی کا یه فرمان هے: "اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ۚ وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهِیۡمَ وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَیَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِیۡسٰى وَاَیُّوۡبَ وَیُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَیۡمٰنَ‌ۚ وَاٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا‌۝۱۶۳ " (سوره نساء : 163).

ترجمه: "(اے محمد) هم نے تمهاری طرف اسی طرح وحی بهیجی هے جس طرح نوح اور ان کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بهیجی تهی، اور ابراهیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسی اور ایوب اور یونس اور هارون اور سلیمان کوبهی وحی بهیجی تهی اور داؤد کو هم نے زبور عنایت کی تهی".

اس لیے صرف فرشتوں ، انبیاء اور پیغمبروں پر وحی هوتی هے، قرآن اور حدیث میں ایسی کوئی دلیل موجود نهیں هے که وحی -اپنی اصطلاحی تعریف

(c) ketabton.com: The Digital Library

کے ساتھ- فرشتے اور انبیاء کے علاوہ کسی اورپرھوتی ھو، انبیاء پر وحی کے طریقے بھی مختلف ھیں-

وحی کی زبان

ابن أبی حاتم نے سفیان ثوری سے روایت کیا ھے وہ کھتےھیں: کوئی بھی وحی بغیر عربی کے نازل نھیں ھوئی ھے، بلکه ھر پیغمبر نے اسے اپنی قوم کے لیے ترجمه کیاھے-

نزول وحی کے وقت پیغمبر اسلام کی حالت

نزول وحی کے وقت رسول الله صلی الله علیه وسلم کی حالت ابن سعد کی ایک حدیث میں جو حضرت عائشه رضی الله عنھا سے مروی ھے یوں بیان ہوئی ھے: رسول الله صلی الله علیه وسلم پر جب وحی آتی تھی تو اپنا سرڈھانپ لیا کرتے تھے، آپ کا رنگ بدل جاتا تھا، آپ کو اپنے دانتوں میں ٹھنڈک محسوس ھوتی تھی، اور آپ صلی الله علیه وسلم کو اس طرح پسینه آتاتھا که آپ کے چھرے سے موتیوں کی طرح نیچے ٹپکنے لگتاتھا-

وحی کےمختلف طریقے

قرآن کریم سوره شوری آیت : "51" میں انبیاء علیھم السلام پر وحی کے تین طریقے بیان ھوئے ھیں: "وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآئِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَآءُ۝ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۵۱ " ترجمه: اور کسی آدمی کےلیے ممکن نھیں کہ خدا اس سے بات کرے مگر الھام (کے ذریعے) سے یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشته بھیج دے تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاھے القا کرے، بیشک وہ عالی رتبه (اور) حکمت والا ھے-

یھاں وحی سے مراد اس کا اصطلاحی معنی نھیں ھے، بلکه اس کے لغوی معانی میں سے ایک معنی مقصود ھے، که آیت میں لفظ وحی کو خواب دیکھنے سے تعبیرکیا جاسکتاھے ، اس آیت کریمه کے مطابق الله تعالی اپنے انبیاء اور رسولوں کے ساتھ تین طریقوں سے بات کرتا ھے:

1 - اچھے خوابوں کے ذریعے -
2 - پردے کے پیچھے سے بولنے کے ذریعے-
3 - فرشتوں کے ذریعے یعنی وحی لانے والے فرشتوں کے ذریعے وحی بھیج کر-

اگر یه کھاجائے که : "ھرپیغمبر کے لیے وحی کا طریقه مختلف ھے" تو یہ بات سوفیصد درست نھیں، کیونکه جیساکه اوپر کی آیت میں بتایاگیاھے، که الله تعالی اپنے انبیاء سے صرف ان تین طریقوں سے رابطه قائم کرتاھے، یه بھی ممکن ھے ایک نبی ان تینوں طریقوں سے الله تعالی کے ساتھ رابطه میں ھو (نبی کریم صلی الله علیه وسلم) ممکن ھے دوسرا پیغمبر صرف دوطریقوں

(c) ketabton.com: The Digital Library

(اچھے خواب اور فرشتے کے ذریعے) سے رابطه میں هو، پس ممکن هے ایک پیغمبر دوسرے کے ساتھ وحی کے طریقوں میں مشترک هو.
مثلاً ابراهیم علیه السلام پر دوطریقے سے (اچھے خواب اور بذریعه فرشته) وحی هونی تھی، جیساکه اچھے خواب کے بارے میں مندرجه ذیل آیت اس کی تائید کرتی هے:

1 - ابراهیم علیه السلام پر وحی خواب کے ذریعے : "رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۰ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝۱۰۱ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۝ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۝ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۲ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۰۵ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝۱۰۶ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝۱۰۷ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝۱۰۷ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۰۸ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝۱۰۹ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۱۰ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۱ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۱۲ " (سوره صافات: 100 تا 112) ترجمه: اے پروردگار مجھے (اولاد) عطا فرما(جو) سعادتمندوں میں سے (هو) تو هم نے انکو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی، جب وه انکے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پهنچا تو ابراهیم نے کهاکه بیٹا میں خواب میں دیکھتاهوں که (گویا) تم کو ذبح کررهاهوں توتم سوچو که تمهارا کیا خیال هے؟ انهوں نے کها که ابّا جو آپ کو حکم هواهے وهی کیجئے، خدا نے چاها تو آپ مجھے صابروں میں پائیں گے، جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بَل لٹادیا، تو هم نے ان کو پکارا که اے ابراهیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا، هم نیکو کاروں کو ایسا هی بدلادیا کرتے هیں، بلاشبه یه صریح آزمائش تھی، اور هم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیه دیا، اور پیچھے آنے والوں میں ابراهیم کا (ذکرخیر باقی) چھوڑدیا، که ابراهیم پر سلام هو، نیکو کاروں کو هم ایساهی بدلادیا کرتے هیں ، وه همارے مؤمن بندوں میں سے تھے، اورهم نے ان کو اسحاق کی بشارت بھی دی (که وه) بنی (اور) نیکو کاروں میں سے (هونگے) .

2 - اسی طرح ابراهیم علیه السلام پر فرشتے کے ذریعے بھی وحی نازل هوئی : "وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۝ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝۶۹ " (سوره هود: 69).

(c) ketabton.com: The Digital Library

ترجمه: " اور همارے فرشتے ابراهیم کے پاس بشارت لے کر آئے تو سلام کہا، انهوں نے (جواب میں) سلام کہا! ابهی کچھ وقفه نهیں هواتها که (ابراهیم ایک بهنا هوا بچهڑا لے آئے" ۔
لیکن خدا کا پردے کے پیچھے سے نبی کے ساتھ بات کرنا صرف موسی علیه السلام اور پیغمبر اسلام محمد صلی الله علیه وسلم کے لیے ثابت هے، جیساکه موسی علیه السلام کے بارے میں آیاهے: "وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِىْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۚ قَالَ لَنْ تَرٰىنِىْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ " (سوره اعراف: 143).
ترجمه:"اورجب موسی همارے مقرره وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھاکه میں تجھے دیکھوں، فرمایا تو مجھے هرگز نه دیکھے گا اور لیکن اس پهاڑ کی طرف دیکھ" ۔
اسی طرح یه بهی ثابت هوا هے که معراج کی رات خدا تعالی نے پیغمبر صلی الله علیه وسلم کے ساتھ پردے کے پیچھے سے بات کی، اور نبی صلی الله علیه وسلم پر اچھے خواب اور ارسال فرشتے کے ذریعے بهی وحی نازل هوئی هے۔
خلاصه یه هے که الله تعالی تین طریقوں کے ساتھ اپنے انبیاء سے رابطے میں هوتا تها، اس دوران (پردے کے پیچھے سے) کلام کرنے کی کچھ قسمیں صرف الله کے دو نبی کے لیے تهیں، جبکہ اکثر پیغمبر اس دوسری دوقسم (رؤیا صالحه اور ارسال فرشته) میں مشترک تهے، ایسا نهیں تها که هرپیغمبر کے لیے ایک مخصوص طریقے سے وحی کی گئی هو۔

شهد کی مکهی کو وحی کی حکمت

شهد کی مکهی کو وحی کی حکمت کے بارے میں خدا تعالی فرماتاهے: "وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۙ۶۸ " (سوره نحل: 68).
وحی سے مراد اس مقام پر اس کا شرعی معنی نهیں هے، بلکه اس کے لغوی معانی میں سے ایک معنی مقصود هے جو که الهام هے، کیونکه وحی کے متعدد معانی هیں ان میں سے: الهام غریزی یا فطری الهام ، اشاره کرنا، اور شیطان کا وسوسه بهی وحی کی ایک قسم هے جوکه شیطان کی طرف انسان پر اس کا القاء هوتاهے، جیساکه قرآن کریم فرماتاهے: "وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۱۲۱ " سوره انعام: 121)
ترجمه: اور شیطان (لوگ) اپنے رفیقوں کے دلوں میں یه بات ڈالتے هیں که تم سے جهگڑا کریں، اور اگر تم لوگ ان کے کهے پر چلے تو بے شک تم بهی مشرک هوئے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

مذکوره بالا سوره نحل کی آیت : "68" میں وحی به معنی " الهام" کے هے، اور وه غریزی الهام میں سے هے، یعنی الله تعالی شهد کی مکهی پر الهام کیا جس کے ذریعے اس مکهی نے ایسے حیرت انگیز اعمال پیش کیے کہ ان سے بشر کے عقلا بهی عاجز هیں، وه ان کی فطرت اور جبلت میں رکها، کیونکه شهد کی مکهی کی زندگی میں ایسا قطعی اور حیران کن معاشرتی اور تعاؤن پر مبنی نظام هے که اس نے بنی نوع انسان کو حیرت اور تعجب میں ڈال دیا هے، شهد کی مکهیاں اس قدرتی الهام کی روشنی میں کام کرتی هیں جو خالق نے ان میں ودیعت کر رکهاهے؛ الهام بهی وحی کی ایک قسم هے که شهدکی مکهیاں اس کے مطابق کام کرتی هیں، شهد کی مکهیاں اپنی فطرت کے مطابق اپنا گهر تیارکرتی هیں اور یه فطرت الله تعالی نے ان میں ڈالی هے جو که ایک فطری الهام هے ،جیسا کہ انسان بهی اپنے بعض کام فطری طور پر انجام دیتے هیں۔

اور بعض کاموں کو انجام دینے کے لیے انبیاء کی رهنمائی کی ضرورت هوتی هے، تاکه سیدهی سمت پر راه پائیں، خدائے بزرگ وبرتر نے اپنے برگزیده لوگوں کو وحی کے ذریعے بتایاکه وه ان هدایات کو لوگوں میں پهیلادیں، خدا کے آخری پیامبر اور اس کی کتاب قرآن کریم کے آنے کے بعد وه رسالت مکمل هوئی، اور وحی کے نزول کی ضرورت نهیں رهی چنانچہ یہ سلسلہ همیشہ کے لیے بند هوگیا ۔

غیر الله کی قسم

الله تعالی کے سوا کسی اور کی قسم کهانا یا الله کے اسماء وصفات کے علاوه کی قسم کهانا حرام هے، اور اسے شرک اصغرمیں شمار کیا جاتاهے، حتی کہ اگر کسی نےتعظیم کی غرض سے الله کے علاوه کسی اور کی قسم کهائی تو وه شرک اکبر کا مرتکب هوگا۔

اس بارے میں ایک حدیث بنی ﷺ سے مروی هے فرمایا:" مَن حلَفَ بشيءٍ فَقَد أشرك"(ترمذی : 1535) ترجمه:جس نے الله کے سوا کسی اور کی قسم کهائی اس نے یقینًا شرک کیا" کهتےهیں که: یه حدیث حسن هے)۔

لهذا هم مسلمانوں کو یا تو قسم نهیں کهانی چاهیے ، یا اگر قسم کهانا ضروری هو تو یه صرف الله کی یا اس کے اسماء وصفات میں سے کسی ایک کی هو، مثلاً الله کے کلام کی قسم کهانا درست هے، کیونکه کلام الله کی صفت هے۔

البته خدا اپنی مخلوق کی قسم کها سکتاهے ، جیسا که خدا تعالی کا فرمان هے:

«وَالشَّمْسِ وَضُحٰـهَا۝١ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰـهَا۝٢ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰـهَا۝٣ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰـهَا۝٤ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰـهَا۝٥ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰـهَا۝٦ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا۝٧ » (سوره شمس : 1-6). ترجمه:

(c) ketabton.com: The Digital Library

آفتاب کی روشنی کی قسم (۱) اور چاند کی جب اس کے پیچھے نکلے (۲) اور قسم ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو ظاہر کردے! (۳)اور قسم ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو ڈھانپ لے (۴)اورآسمان اور اس ذات کی جس نے اسے بنایا (۵)اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا (۶)اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اسے ٹھیک بنایا (۷)۔

ان آیات اور بہت سی دوسری آیات میں اللہ نے سورج، چاند، رات، دن وغیرہ کی قسم کھائی ھے، اور معلوم ھونا چاھیے که (فجر، شمس، لیل، وتر وغیرہ) کی قسمیں کھانا صرف خدا تعالی کےلیے مخصوص ھے ، اورھم انسانوں کو حق نهیں ھے کہ ہم ان چیزوں کے قسم کھائیں، کیونکه نه تو نبی صلی الله علیه وسلم اور نه آپ کے کسی صحابی نے سورج، صبح، رات، یا موسم کی قسم کھائی ھے، اگر جائز ھوتی تو ان چیزوں کی قسم کھائی ھوتی ۔

لیکن خدا تعالی جس چیز کی چاھتاھے قسم کھا تاھے ، اور خدا کی ان قسموں کا مقصد اس کی نعمتوں کو یاد دلاناھے، جیسے: سورج ، رات، دن ، پهاڑ وغیره جو اس نے انسانوں کے لیے بنائے ھیں، اور خدا تعالی ان نعمتوں کی قسم کھاکر ھمیں ان کی یاد دلانا چاھتاھے، تو اس لحاظ سے صرف ان نعمتوں کا خالق (یعنی خدا) ھی ان کی قسم کھا سکتاھے، نه که ھم انسان جو که خود مخلوق ھیں، اس لیے ھمیں ان کی قسم نهیں کھانی چاھیے ، کیونکه یہ صرف خدا کے لیے خاص ھے جو اپنی مخلوق کی قسم کھاکر ھمیں ان نعمتوں کی یاد دلاتاھے، اور اگر خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز ھوتا تو رسول الله صلی الله علیه وسلم ھمیں اس سے منع کرنے کے بجائے ان آیات کا حواله دیتے ھوئے جن میں خدا نے اپنی مخلوق کی قسم کھائی ھے ، الله تعالی کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کے جائز ھونے کا حکم دیتے، جبکه رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " أَلَا إِنَّ اللّٰهَ عزّوجلّ ينْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ" بخاري (2679) – مسلم (1646) " ترجمه:

جان لو که الله تعالی تمهیں تمهارے باب دادا کی قسم کھانے سے منع کرتاھے ، لهذا جو کوئی قسم اٹھا چاھتاھے اسے چاھیے که وه الله کے نام کی قسم کھائےیا خاموش رھے"۔

ایک اور روایت میں عبد الله بن عمر رضی الله عنهما بیان کرتے ھیں که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: "مَن كان حالفًا فلا يحلِف إلّا بالله " (جو قسم کھانا چاھتاھے وه صرف الله کے نام کی قسم کھائے)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

راوی کهتے هیں که: قریش اپنے باب دادا کے نام کی قسم کهاتے تهے، رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " لاتحلفوا بآبائكم " (بخاري (3836) مسلم (1646) ترجمه: اپنے باپ دادا کےنام کی قسم نه کهاؤ.
حضرت ابوهریره رضی الله عنه کی روایت رسول الله صلی الله علیه وسلم سے اس کی تائید کرتی هے که رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَمَنْ قَالَ لأخيهِ تَعَالَ أُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ " (رواه مسلم و غيره) ترجمه: تم میں سےجس نے حلف اٹهایا اور اپنے حلف میں کها: لات اور عُزی کی قسم ! تو وه "لا إله إلا الله" پڑهے ، اور جس نے اپنے ساتهی سے کها: آؤ جواکهیلیں تو وه صدقه کرے . (بخاري (4860) مسلم (1648).
رسول الله صلی الله علیه وسلم نے لات وعزّی کی قسم کهانے والے مسلمان کو "لا اله الا الله" کهنے کا حکم دیاهے (یعنی تجدید ایمان کرے) کیونکه الله کے سوا کسی اور کی قسم کها نا توحید کی تکمیل کے منافی هے ، ایسا کرتے هوئے اس قسم کے ذریعه جو الله تعالی کے لیے مخصوص هے، الله کے سواکسی اور کے سامنے تعظیمًا جهک گیا۔
مختصر یه که اگر قرآن کریم میں خدا تعالی نے چاند ، سورج، زمین ، آسمان اور دیگر مخلوق کی قسم کهائی تو کوئی حرج نهیں ، کیونکه خدا تعالی جوتمام جهانوں کا رب اور خالق هے اپنی مخلوق کی قسم کهاسکتاهے، لیکن ایک مخلوق کے لیے دوسری مخلوق کی قسم کهاناجائز نهیں، صرف خدا تعالی یا اس کے اسماء وصفات اور کلام پر قسم کهائے مثلاً کهے: "والله" یا "الله کے کلام کی قسم" وغیره۔

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library